© rasailojaraid.com

(انتقاد کے لئے کتاب کے دو نسخے ارسال کرنا ضروری ہے)

انتقاد

جدید ہندوستان میں مسلم سیاست

جدید ہندوستان میں مسلم سیاست (MUSLIM POLITICS IN MODERN INDIA) ڈاکٹر مشیر الحق کے اس مقالہ کا عنوان ہے جو انھوں نے ۱۹۶۷ء میں ڈاکٹریٹ کے لئے میک گل یونیورسٹی (کناڈا) میں پیش کیا تھا۔ حال ہی میں یہ مقالہ کتابی شکل میں میناکشی پرکاشن، میرٹھ (ہندوستان) سے شائع ہوا ہے۔

کتاب کے نام سے شبہ ہوتا ہے کہ اس میں ہندوستان بعد از تقسیم کی مسلم سیاست کا جائزہ لیا ہوگا لیکن کتاب کے نام کے ساتھ ہی سنین کا ذکر کرکے اس جائزہ کو ۱۸۵۷ء سے ۱۹۴۷ء تک محدود کر دیا گیا ہے لہذا اسی پس منظر میں اس کتاب کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔

اس کتاب میں موجودہ صدی کی ہندوستانی مسلم سیاست میں مذہب کے کردار اور مسلمانوں کے سیاسیات میں زیادہ غیر مذہبی رویّہ (SECULARIST ATTITUDE) اختیار کرنے کی ناکام مساعی سے بحث کی گئی ہے۔ مصنف کے خیال میں مولانا ابوالکلام آزاد اس پورے مذہبی سیاسی ڈراما کے اہم کردار ہیں کیونکہ الہلال اور پھر البلاغ کے ذریعہ انھیں نے سب سے پہلے مسلمانوں کو سیاست میں دلچسپی لینے پر آمادہ کیا ورنہ اس سے پہلے مسلمانوں کے لئے سیاست شجر ممنوعہ تھی۔ مولانا آزاد سے پہلے مسلمانوں کے دو گروہ تھے، ایک سر سیّد احمد خان کے زیر اثر جو حکومت برطانیہ سے کسی قسم کی ٹکر لینے کے خلاف تھا۔ دوسرا گروہ علماء کے زیر اثر تھا جو اس وقت تک حالات پر قانع رہنا چاہتا تھا۔ جب تک اسے مذہبی آزادی میسر رہے لیکن سب سے پہلے آزاد نے یہ درس دیا کہ سیاسی آزادی کے بغیر مذہبی آزادی بے معنی ہے۔ اس درس سیاست کے سلسلہ میں مولانا آزاد نے محسوس کیا کہ جب تک علماء اپنے گوشۂ عزلت سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

باہر نہیں آئیں گے اس وقت تک مسلمان اس جدوجہد میں دل و جان سے حصہ نہیں لیں گے۔ مولانا اپنی تحریک میں کامیاب ہوگئے۔ علماء اپنی روایت توڑ کر سیاست کے میدان میں آگئے اور اسی دن سے سیاست ہندی مسلمانوں کا مذہبی فریضہ بن گئی۔

یہ سمجھے بغیر کہ وہ کیا کر رہے ہیں، علماء اپنے ساتھ مذہب کا بیج لائے جسے وہ سیاست کے میدان میں بو کر دُعا کرنے لگے کہ اس سے متحدہ ہندوستان کا پودا برآمد ہوگا۔ برآمد تو کچھ ضرور ہوا لیکن وہ متحدّہ ہندوستان نہیں بلکہ پاکستان تھا اور یہ اس عمل کا قدرتی نتیجہ تھا جو قوم پرست (NATIONALIST) علماء نے نادانستہ کیا تھا اور مولانا آزاد اپنی بصیرت، ذہنی توانائی اور سیاسی قوت رکھتے ہوئے ان حالات کے خاموش تماشائی بنے رہے۔

مولانا آزاد اور مسٹر جناح (قائد اعظم) کا مقابلہ کرتے ہوئے مصنف لکھتے ہیں کہ خاندان، تربیت اور مزاج کے لحاظ سے دنیا دار ہونے کے باوجود مسٹر جناح نے مذہبی فرقہ واریت کی حمایت کا فیصلہ کیا اور پورے زور و شور سے اپنے نظریہ کو پیش کر دیا اس کے برعکس خاندانی، علمی اور معاشرتی لحاظ سے ایک مذہبی شخص ہونے کے باوجود مولانا آزاد نے اگرچہ اپنی منزل تو لامذہبیت (SECULARISM) کو بنایا مگر وہ لگی لپٹی رکھے بغیر اپنی بات کہنے کی جراءت نہ کر سکے اور لپنے لامذہبی نظریہ کے سلسلہ میں مذہب کو ایک بار آخری دلیل کے طور پر پیش کر کے پھر وہ اس سے چھٹکارا نہ پا سکے نہ علماء کو جنھیں وہ خود ہی سیاست میں کھینچ کر لائے تھے، دوبارہ سیاست سے نکال سکے۔

مصنف کے تجزیہ کے مطابق پاکستان کا قیام بظاہر قوم پرست علماء کی شکست معلوم ہوتا ہے لیکن دراصل ایسا نہیں بلکہ یہ علماء خود اپنے خلاف کامیاب ہوگئے۔ یعنی اپنے مقصد میں انھیں ناکامی ضرور ہوئی لیکن اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے جو ذرائع انھوں نے اپنائے تھے وہ کامیاب ہوگئے گویا جو بیج انھوں نے بویا تھا اس کے پھل سے ان کے حریفوں نے فائدہ اُٹھایا۔ اس اجمال کی تفصیل مصنف نے اصل کتاب کے ان ابواب میں بیان کی ہے جو قوم اور قومیت کے مسئلہ سے متعلق ہیں۔

مصنف کا خیال ہے کہ "قوم" اور "قومیت" کے الفاظ میں پیچیدگی اس لئے ہوئی کہ انھیں سیاسی سطح پر انگریزی الفاظ (NATION) اور نیشنلزم (NATIONALISM) کے مترادفات کے طور پر استعمال کیا جانے لگا حالانکہ درحقیقت اُردو میں انگریزی لفظ "نیشن" کا بالکل صحیح مترادف لفظ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کا تعین سیاق وسباق کے بغیر نہیں کیا جاسکتا
ہیں کیونکہ "قوم" ایک مختلف المعانی لفظ ہے جس
ہندو قوم، مسلم قوم (ب)
ایک مذہبی فرقہ (COMMUNITY) کے معنوں میں جیسے
برادری کے معنوں میں جیسے
ہ کے معنوں میں جیسے جلاہوں کی قوم، لوہاروں کی قوم اور (ج)
حالی کے بہت سے اقتباسات
قوم، وغیرہ۔ مصنف نے سرسید احمد خان اور مولانا الطاف حسین
مختلف معنوں میں
ت کیا ہے کہ انھوں نے قوم اور قومیت کے الفاظ کو مختلف اوقات میں
علامہ اقبال کے درمیان
ہے اور بالآخر یہی لفظ "قوم" تھا جو مولانا حسین احمد مدنی اور

ع بناسے
ز دیوبند حسین احمد این چہ بوالعجبی است
عجم ہنوز نداند رموز دیں ورنہ
کے فرق کا سہارا لیا لیکن یہی
جب بات یہاں تک پہنچی تو مولانا حسین احمد نے "قوم" اور "ملّت"
برعکس دو قومی نظریہ پر منتج
تھا جو استعمال ہوتے ہوتے قوم پرست علماء کی خواہشوں کے

پاکستان کا قیام عمل میں آگیا۔
اتفاق کیا جائے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ
ہے اس کتاب کا مرکزی خیال، ضروری نہیں کہ اس سے
پاکستانی مسلمانوں کی ایک عظیم اکثریت
ملاف بہت کچھ کہا جاسکتا ہے کیونکہ مسلمانوں اور خصوصاً
نتیجہ میں حادثاتی یا بالفاظ دیگر
س امر پر متفق اور مطمئن ہے کہ پاکستان علماء کی مذہبی آواز کے
بنیادوں پر برّصغیر کے مسلمانوں کے
ر پر وجود میں نہیں آیا بلکہ مذہبی، سیاسی اور ثقافتی
اس مقام پر یہ بحث نہ ضروری ہے
بت فیصلہ اور شعوری کوششوں کا نتیجہ تھا۔ لیکن دراصل
تنقید کی گئی ہے وہ یقیناً مزید
مناسب۔ بہرحال اس کتاب میں چند مشہور واقعات پر جو دلچسپ
یہاں مختصراً بیان کیا جارہا ہے۔
، اور تلاش وجستجو کی متقاضی ہے اور اسی مقصد کے پیش نظر انھیں
نمایاں حصہ لیا تھا لیکن مصنف اس
مشہور ہے کہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں برصغیر کے علماء نے
انگریز افسروں کی لفظ
سے متفق نہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اس غلط فہمی کی ایک بڑی وجہ اس وقت کے
نام لے کر علمِ بغاوت بلند
سے لاعلمی تھی۔ انھوں نے ہر اس شخص کو عالم سمجھ لیا جس نے مذہب کا
"مولویوں" کے نام گنوائے
مثال کے طور پر یوپی میں بغاوت کے سلسلہ میں انگریز افسروں نے چھبیس
ان چھبیس مولویوں (علماء)
جن کے متعلق یہ سمجھا جاتا تھا کہ انھوں نے ۱۸۵۷ء کی تحریک میں حصہ لیا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے نام اس سرکاری ریکارڈ میں موجود ہیں جو یوپی کی حد تک بغاوت سے متعلق ہے۔ یہ ریکارڈ چھ جلدوں میں یوپی کی حکومت نے ۱۹۶۱ء میں یوپی میں جدوجہد آزادی: سرچشمۂ مواد (FREEDOM STRUGGLE IN UTTAR PRADESH: SOURCE MATERIAL) کے نام سے شائع کر دیا ہے۔ ان چھبیس علماء میں صرف پانچ ایسے ہیں جنھیں رحمٰن علی نے "تذکرہ علماء ہند" میں شامل کیا ہے۔ لیکن دراصل یہ پانچ بھی تحریک میں شامل نہیں تھے۔ مثلاً ان میں ایک شاہ اسمٰعیل شہید غدر سے برسوں پہلے شہادت پا چکے تھے مگر "رسالۂ جہاد" کے مصنف کے طور پر ان کا نام ریکارڈ میں آ گیا۔ دوسرے تین علماء مولانا فضل رسول بدایونی، مفتی صدرالدّین اور مولانا فضل حق خیرآبادی تو ایسٹ انڈیا کمپنی کی ملازمت میں تھے جن سے یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ انھوں نے باغیوں کا ساتھ دیا ہوگا۔ مولانا فضل حق کے متعلق مشہور ہے کہ انھوں نے جنگِ آزادی میں نمایاں حصہ لیا تھا لیکن مصنف کے نزدیک یہ بات سراسر مشتبہ ہے۔ اس سلسلہ میں انھوں نے اپنے ایک غیر مطبوعہ مقالہ (INDIAN MUSLIMS' ATTITUDE TO THE BRITISH IN THE EARLY 19th CENTURY: A CASE STUDY OF SHAH ABDUL AZIZ) کے علاوہ جو ۱۹۶۴ء میں میکگل یونیورسٹی کے شعبہ تعلیماتِ اسلامی کے لئے لکھا گیا "یوپی میں جدوجہد آزادی: سرچشمۂ مواد" کے حوالے دیئے ہیں۔ اس کتاب کی جلد پنجم کے صفحہ ۸۱ پر ان صاحب کو مولانا فضل حق خیرآبادی کے نام سے پیش کیا گیا ہے لیکن جلد دوم کے صفحات ۵۱۷ اور ۵۶۵ پر، جلد سوم کے صفحہ ۶۷۶ پر اور جلد پنجم کے صفحہ ۳۸۴ پر یہ وضاحت کی گئی ہے کہ یہ "مولوی فضل حق" یا "فضل حق" ان صاحب سے مختلف ہیں، جو "مولانا فضل حق خیرآبادی" کے نام سے مشہور ہیں۔ اب رہے پانچویں عالم یعنی "عالم علی" تو ان کے بارے میں مصنف نے "یوپی میں جدوجہد . . ." جلد پنجم صفحہ ۳۲۹ کے حوالہ سے بتایا ہے کہ بغاوت میں حصہ لینا تو ایک طرف انھوں نے تو بہت سے انگریزوں کو پناہ دے کر باغی رہنما بخت خان کو ناراض کر لیا تھا۔

علماء اور غیر علماء کے درمیان انگریز افسروں کے اسی فرق نہ کرنے کا ایک اور دلچسپ نتیجہ نکلا یعنی مصنف کے خیال کے مطابق اس صدی کے پہلے دو عشروں تک کسی کو اس بات سے دلچسپی نہ تھی کہ ۱۸۵۷ء کی جنگ میں علماء نے حصہ لیا تھا یا نہیں اور نہ کبھی علماء ہی نے اس سعادت میں حصہ لینے کا دعویٰ کیا تھا لیکن ۱۹۱۹ء میں جب انھوں نے جمعیۃ العلماء ہند کے نام سے ایک سیاسی، مذہبی تنظیم قائم کی تو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عویٰ کی ضرورت محسوس ہوئی تاکہ انھیں سیاست میں نووارد نہ سمجھا جائے۔ اس طرح
ی کے علماء نے یہ دعویٰ کرنا شروع کیا کہ ۱۸۵۷ء کی جنگ میں ان کے اسلاف نے عملی طور
تھا۔ اس سلسلہ میں انھوں نے حاجی امداد اللہ مرحوم اور ان کے دو مرید مولانا محمد قاسم نانوتوی
رشید احمد گنگوہی کے نام لیے اور یہ کہا جانے لگا کہ ضلع مظفر نگر کی تحصیل شاملی ان کی جدو
تھی اور اس جدو جہد میں حاجی امداد اللہ جہادیوں کے امام یا امیر اور مولانا محمد قاسم اور مولانا
بالترتیب سالارِ فوج اور قاضی تھے۔ اور ان کے ایک ساتھی اور صوفی بزرگ حافظ ضامن جو
میں ایک کمانڈر تھے، جنگ میں شہید ہو گئے تھے۔ مصنف کا کہنا ہے کہ اس قسم کا بیان اب تقریباً
ں اور خصوصاً برِ صغیر کے مسلمانوں کی تصنیفات میں موجود ہے لیکن یہ بیان بعد کی اختراع ہے
یہ ہے کہ باغیوں کا ساتھ دینے یا خود بغاوت کرنے کی بجائے ان علماء نے قصبہ میں نظم و ضبط قائم
کوشش کر کے اصلاً حکومت برطانیہ کا ساتھ دیا تھا لیکن جب انگریزوں کی حکومت دوبارہ مستحکم
باغیوں ہی کے گروہ نے اپنی جان بچانے کے لئے ان تین حضرات کے خلاف گورنمنٹ میں جھوٹی
کر دی۔ چونکہ یہ علماء قانونی معاملات میں ناتجربہ کار تھے اور اپنی صفائی کی خاطر ان کے پاس عدالت
کی طرح بہانے کے لئے روپیہ نہیں تھا لہٰذا انھوں نے خود کو خدا کے مہربان ہاتھوں میں چھوڑ
اس سے جو ہدایتیں ملتیں ان پر عمل کرتے رہے۔

مصنف نے اپنے موقف کی بنیاد بطور خاص تین کتابوں پر رکھی ہے۔ پہلی کتاب مولانا محمد قاسم
ی کی ایک سوانح حیات (سوانح عمری سیدنا الامام الکبیر حضرت شمس الاسلام مولانا محمد قاسم)
ہے ان کے انتقال کے کچھ ہی دنوں بعد ان کے ایک عزیز دوست مولانا محمد یعقوب نانوتوی نے لکھی
جو پہلی بار مطبع صادق الانوار، بہاول پور (مغربی پاکستان) سے شائع ہوئی۔ اب یہ رسالہ مولانا
م کی اس مبسوط سوانح عمری کے ایک جز کے طور پر دوبارہ شائع ہو چکا ہے جسے مولانا مناظر احسن
لانی نے ترتیب دیا ہے۔ یہ سوانح (سوانح قاسمی) ۱۹۵۲ء میں دیوبند سے شائع ہوئی۔ دوسری
ب جو اس سوانح عمری کی اشاعت کے کچھ دنوں بعد شائع ہوئی مولانا رشید احمد گنگوہی کی سوانح حیات
کرۃ الرشید) ہے جو ان کے ایک شاگرد عاشق الٰہی نے ۱۹۰۸ء میں شائع کی تھی۔ ان دونوں کتابوں
بنایا گیا ہے کہ یہ حضرات فسادات سے کوسوں دور تھے۔ تیسری کتاب جس پر مصنف نے اپنے موقف کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بنیاد رکھی ہے وہ یوپی کا مذکورہ سرکاری ریکارڈ ہے۔ اس میں تھانہ بھون اور شاملی کے واقعات کی پوری تفصیل موجود ہے۔

جگہ کی قلت کے باعث یہ ممکن نہیں کہ ہم یہاں مصنف کے تمام دلائل اور حوالہ جات کو تفصیل کے ساتھ پیش کریں لیکن موضوع کی اہمیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے کسی اگلی اشاعت میں کتاب کے متعلقہ باب کا مکمل ترجمہ پیش کر دیں گے (انشاء اللہ) تاکہ پاکستان کے مؤرخین و ناقدین اور خصوصاً حلقۂ دیوبند سے منسلک حضرات جو علمی تحقیق و جستجو کے میدان میں سرگرم عمل ہیں اس موضوع پر تنقید کر سکیں۔

ڈاکٹر مشیر الحق کی اس کتاب میں دوسری دلچسپ بحث مولانا آزاد کی ذات اور ان کے اسلاف سے متعلق ہے مولانا کے خاندان کی شہرت کے متعلق بہت کچھ کہا گیا ہے اور جن لوگوں نے اپنی زندگی کا بڑا حصہ مولانا کی معیت میں گزارا ہے۔ انھوں نے اس سلسلہ میں بطور خاص بہت کچھ لکھا ہے لیکن ڈاکٹر مشیر الحق کے خیال میں مولانا کی ابتدائی زندگی اور ان کے اجداد کی زندگی اب تک گمنامی کے پردہ میں مستور ہے۔

مولانا کی سوانح لکھنے کی پہلی کوشش مرزا فضل الدین احمد نے کی۔ مولانا جن دنوں رانچی میں نظر بند تھے مرزا صاحب خود رانچی آئے اور اس طریقے سے مولانا کی مشہور کتاب 'تذکرہ' منصہ شہود پر آئی لیکن جہاں تک ابتدائی زندگی کا تعلق ہے، مرزا صاحب کے بیان کے مطابق مولانا نے اپنے روحانی کمالات کا ذکر کر کے خود کو شاعرانہ استعارات کے ایسے خوب صورت پردوں میں چھپا لیا کہ ان کی طبعی زندگی ایک غیر ضروری تفصیل بن کر رہ گئی۔ ۱۹۴۰ء اور ۱۹۴۶ء میں بالترتیب مہادیو ڈسائی اور اے۔ بی راجپوت کی تصنیف شدہ سوانح عمریاں سامنے آئیں لیکن مولانا کی ابتدائی زندگی کے بارے میں یہ کتابیں بھی کوئی مستند تفصیل نہیں پیش کرتیں۔ مصنف کے بیان کے مطابق مولانا کی سب سے مستند سوانح مولانا عبد الرزاق ملیح آبادی کی "آزاد کی کہانی خود آزاد کی زبانی" ہے۔ یہ کتاب ملیح آبادی کے بیان کے مطابق لفظ بلفظ مولانا آزاد کی املا کرائی ہوئی ہے۔ لیکن دلچسپ بات یہ ہے کہ یہ املا ۱۹۲۱ء میں کرایا گیا تھا اور کتاب پہلی بار مولانا کے انتقال کے بعد ۱۹۵۸ء میں شائع ہوئی۔ اس تاخیر کا باعث ملیح آبادی نے یہ بیان کیا ہے کہ اگر نظر ثانی کے لئے مسوّدہ مولانا کو دے دیا جاتا تو وہ پھر کبھی واپس نہ کرتے کیونکہ یہی ان کی عادت تھی دوسری کتاب جو "آزاد کی کہانی ۔ ۔ ۔" ہی جتنی مستند ہے، ہمایوں کبیر کی "ہندوستان آزاد ہو گیا" (INDIA WINS FREEDOM) ہے۔ اس کتاب کو بھی جو مولانا کے انتقال کے بعد ہی شائع

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یر کے بیان کے مطابق مولانا آزاد نے اردو میں املا کرایا تھا. ہمایوں کبیر نے اسے صرف
منتقل کر دیا تھا. لیکن اس کتاب میں مولانا کی نجی زندگی کی کوئی تفصیل نہیں ملتی کیونکہ
ی مسائل پر گفتگو کرنے سے مسلسل انکار کیا."

مولانا کے اسلاف اور خود ان کی ابتدائی زندگی کے بارے میں چند مشہور واقعات پر
ں نے گرفت کی ہے اور وہی اس وقت ہمارا موضوع گفتگو ہے۔ "آزاد کی کہانی ۰۰۰۰"
ام کتابوں میں یہ تفصیلات ملتی ہیں کہ مولانا کے جد امجد شیخ جمال الدین المعروف بہ بہلول
و مغلوں کے ابتدائی عہد میں ایک مشہور صوفی عالم تھے. بہلول کے بعد نسب میں چند اور
نے کے بعد ملیح آبادی مولانا منور الدین کا تعارف کرواتے ہیں جو مولانا آزاد کے والد کے نانا
منور الدینؒ قاضی سراج الدین کے بیٹے تھے جو صوبہ پنجاب کے قاضی القضاۃ بتائے جاتے ہیں۔
الدین کی پیدائش ۱۷۸۷ء کے لگ بھگ ہوئی. سولہ سال کی عمر میں وہ اپنے وطن قصور
سے دہلی چلے گئے۔ ۱۸۰۹ء میں اپنے والد کے انتقال کے بعد وہ گھر والوں کو بھی دہلی لے گئے
ہ کرنے کے بعد مولانا منور الدین نے اپنا مدرسہ قائم کیا اور درس و تدریس کا مشغلہ اختیار
بنہ وہ اس قدر مشہور ہوئے کہ مغل سلطنت میں رکن المدرسین مقرر ہو گئے. ملیح آبادی کی
مطابق یہ تقرری شاہ عالم ثانی کے آخری دور میں ہوئی. یہاں ڈاکٹر مشیر الحق یہ کہتے ہیں کہ
ثانی کا انتقال ۱۸۰۶ء میں ہوا جب مولانا منور الدین کی عمر سولہ سال تھی اور ابھی وہ تعلیم
ر رہے تھے۔

ولانا آزاد کے سوانح نگاروں نے مولانا منور الدین کی عظمت کو بلند سے بلند تر کرنے کی کوشش
اور انھیں اپنے عہد کے ہندوستانی علماء میں ایک خاص مقام کا حامل بتایا ہے. مثلاً حسب ذیل
زات ان کے شاگردوں میں شمار کیے جاتے ہیں. مولانا محبوب علی، مولانا فضل امام خیر آبادی، مولانا
رسول بدایونی، مولانا محمد علی گوپا موی مصنف کشاف اصطلاحات الفنون. ڈاکٹر مشیر الحق کہتے
ان حضرات میں سے کسی کا مولانا منور الدین کا شاگرد ہونا ممکن نہیں ہے. مولانا محبوب علی
۱اھ تا ۱۲۸۰ھ مطابق ۱۷۸۵ء تا ۱۸۶۳ء) مولانا منور الدین سے دو سال بڑے تھے، اور
سید احمد خان کے تذکرۂ اہل دہلی (مشمولہ آثار الصنادید) کے مطابق انھوں نے شاہ عبدالعزیز

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے خاندان کے علماء سے تعلیم حاصل کی تھی۔ مولانا فضل امام خیرآبادی جو بعد میں ایسٹ انڈیا کمپنی کی طرف سے دہلی کے صدر الصدور ہوئے اس وقت مفتی تھے جب منور الدّین بحیثیت طالب علم دہلی پہنچے۔ تیسرے "شاگرد" مولانا فضل رسول بدایونی نے دہلی میں تعلیم ہی نہیں حاصل کی بلکہ تذکرۂ علماء ہند (رحمٰن علی) کے مطابق وہ فرنگی محل (لکھنؤ) کے فارغ التحصیل تھے۔ آخری بزرگ مولانا محمد علی گوپامئوی کے متعلق سب سے زیادہ دلچسپ حقائق سامنے لائے گئے ہیں۔ کشاف اصطلاحات الفنون کے مصنف کا نام محمد علی نہیں بلکہ محمد اعلیٰ تھا۔ وہ گوپامئو (نزد لکھنؤ) کے نہیں بلکہ تھانہ بھون ضلع مظفر نگر (نزد دہلی) کے رہنے والے تھے۔ انھوں نے چار جلدوں میں اپنی "کشاف..." ۱۱۵۸ھ مطابق ۱۷۴۵ء یعنی منور الدّین کی پیدائش سے بیالیس سال پہلے مرتب کی تھی۔

مولانا آزاد کے والد مولانا خیرالدین (۱۸۳۱ء تا ۱۹۰۸ء) کے حالاتِ زندگی کے بیان میں بھی ایسی ہی لغزشیں پائی جاتی ہیں۔ مولانا خیرالدّین کی کمسنی ہی میں ان کے والد محمد ہادی کا انتقال ہوگیا لہٰذا ان کی تربیت مولانا منور الدّین نے کی۔ کہا جاتا ہے کہ مولانا خیرالدین نے ممتاز علماء سے تعلیم حاصل کی۔ مثلاً مولانا فضل امام، مولانا رشید الدّین دہلوی مناظرہ کی ایک کتاب "رشیدیہ" کے مصنف اور مولانا محمد یعقوب۔ یہ تینوں حضرات اپنے اپنے فن کے امام تھے لیکن ڈاکٹر مشیر الحق کہتے ہیں کہ یہ سارا بیان اغلاط سے پُر ہے۔ مولانا فضل امام کا انتقال ۱۸۲۹ء میں یعنی خیرالدّین کی پیدائش سے دو سال پہلے ہوگیا تھا۔ مولانا رشید الدّین کا انتقال ۱۸۳۳ء میں ہوا جب خیرالدّین کی عمر دو سال تھی۔ لطف یہ کہ "رشیدیہ" ان کی نہیں بلکہ مولانا عبدالرشید جونپوری کی تصنیف ہے جن کا انتقال ۱۶۷۲ء میں ہوا۔ مولانا محمد یعقوب ۱۸۴۰ء میں مکہّ چلے گئے تھے اور وہیں ۱۸۶۷ء میں انھوں نے وفات پائی۔ ان کی ہجرتِ مکہّ کے وقت خیرالدّین کی عمر دس سال بھی نہیں تھی لیکن چونکہ خیرالدّین بھی ۱۸۵۷ء میں مکہّ ہجرت کر گئے تھے لہٰذا ممکن ہے وہاں انھوں نے مولانا یعقوب سے تعلیم حاصل کی ہو۔

۱۸۵۷ء کے لگ بھگ مولانا منور الدّین کے ساتھ مولانا خیرالدّین بھی ہندوستان سے مکہّ چلے گئے۔ مولانا منوّر الدّین کے مکہّ جانے میں بھی مختلف سوانح نگاروں کے بیان میں تضاد موجود ہے۔ بہرحال مولانا آزاد کہتے ہیں کہ مکہّ میں ان کے والد مولانا خیرالدین نے کئی کتابیں لکھیں جن میں سے ایک ہندوستان کے (نام نہاد) وہابیوں کے عقائد سے متعلق دس جلدوں میں شائع ہوئی۔ ڈاکٹر مشیر الحق نے ان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ِ حوالے دیئے ہیں جن میں ان تمام عرب یا غیر عرب مصنفین کے حالات درج ہیں جن
ہیں شائع ہوئی لیکن ان میں سے کسی کتاب میں مولانا خیر الدّین کے حالات نہیں ملتے۔
کتاب کا ذکر ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسلاف کے عقائد سے متعلق ہے۔ اس
کا نام محمد خیر الدّین خان (عرف خیوری) ہے۔

ا آزاد کے متعلق بھی کئی دلچسپ باتیں ڈاکٹر مشیر الحق کی کتاب میں بیان کی گئی ہیں۔
ائی نے پہلی بار اپنی کتاب میں یہ بیان کیا کہ ۱۹۰۵ء میں مولانا آزاد کو ان کے والد نے اپنے
اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لئے جامعہ ازہر (مصر) بھیجا تھا۔ یہ بیان بار بار مولانا کے
نگار دہراتے رہے کچھ لوگوں نے اس بیان کو غلط بھی کہا لیکن خود مولانا اس پورے عرصہ
بیٹھے رہے چنانچہ عام طور سے لوگ اس بیان کو سچ ماننے لگے حتی کہ مولانا کے انتقال کے
ستانی پارلیمنٹ میں ان کی یاد میں جو سرکاری تجاویز منظور ہوئیں ان میں بھی یہی بات
ن دوسرے دن وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو کو پارلیمنٹ کے سامنے اس غلطی کا اعتراف
رنا پڑا کہ مولانا نے الازہر یونیورسٹی میں کبھی تعلیم حاصل نہیں کی۔ مولانا کے انتقال کے
یر کی انڈیا ونز فریڈم شائع ہوئی تو اس میں پہلی بار مولانا کی طرف یہ بیان منسوب تھا
بیائی نے مولانا کے بیان کو غلط سمجھ لیا تھا ورنہ مولانا نے ڈلبیائی سے صرف یہ کہا تھا کہ ایک
ہر دیکھنے گئے تھے۔ (ش۔ م۔ ف)

صدائے اسلام

ماہنامہ "صدائے اسلام" کا شمارہ نمبر ۸-۹ بابت ماہ نومبر دسمبر
تبصرے میں اس وقت پیشِ نظر ہے۔ یہ ماہنامہ دار العلوم جامعہ اشرفیہ پشاور سے محمد شرف علی
ادارت میں شائع ہوتا ہے۔ جامعہ کے مہتمم مولانا محمد یوسف صاحب قریشی اس کے سرپرست ہیں۔
لیم کے ذریعے دینی مدارس نے اسلام کی جو خدمت انجام دی ہے اس کا اعتراف جہل یا
جبر سے نہ کیا جائے ورنہ یہ حقیقت ہے کہ آج مسلمانوں میں دین کی جو رمق باقی ہے وہ انہی
ن ہے۔ ظہورِ اسلام کے وقت جس طرح باطل کی قوتیں شمعِ الٰہی کو بجھانے کے در پے
یریدون لیطفئوا نور اللہ بافواھھم، آج بھی لادینی عناصر اسلام کے خلاف صف آرا
ِ فتنوں کا زور ہے۔ دینی اقدار کی پامالی خود اہلِ اسلام کا شیوہ بن چکی ہے۔ ان حالات میں

© rasailojaraid.com